عبدالرزاق کرد علی

۱۸۷۶ء ـــــ ۱۹۵۳ء

فیضان احمد، شعبہ عربی، علی گڑھ

(۲)

کرد علی اور المجمع العلمی العربی :-

المجمع العلمی العربی کو کرد علی کی ذات سے کسی صورت بھی علیحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ کرد علی ہی اس کے بانی مبانی اور رکن رکین تھے اور تقریباً چالیس سال تک اسے اپنے خون جگر سے سینچا، اس کے ذریعہ انہوں نے عربی زبان اور اسلامی آثار کے احیاء کی جو عظیم خدمت انجام دی ہے اس کو کسی صورت میں فراموش نہیں کیا جاسکتا، خود کرد علی کی تحقیقی اور تاریخی زندگی کا آغاز بھی اسی مجمع سے ہوتا ہے اس طرح مجمع کو ان کی زندگی کو نیا رُخ اور نیا موڑ دینے میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔

چالیس سال کے طویل عرصہ میں سیاسی سطح پر ملک میں نہ جانے کتنے تغیرات آئے، کتنے ہی حوادث اور واقعات رونما ہوئے جنہوں نے ملک کی چولیں ہلا دیں، لیکن کرد علی اس علمی ادارہ کو ان تمام تغیرات، حوادث اور گروہی و مسلکی اختلافات سے دور رکھا۔ اور اپنی ذات، اپنا وقت، اپنی محنت، اپنا مال غرضیکہ ہر چیز اس کے لئے وقف کردیا[1]

---

[1] :- ڈاکٹر محمد راشد کے بقول کرد علی نے مجمع کی خاطر پروفیسر شپ اور وزارتِ تعلیم کے وزیر کے عہدہ کو اس کی خاطر ٹھکرا دیا اور اس وقت جبکہ المجمع العلمی اپنی زندگی کے ابتدائی مرحلہ میں تھی چند بوسیدہ اوراق اور کچھ افراد پر مشتمل اس کی پوری کائنات تھی۔

ان کی صبح وشام مجمع کے نذر تھی، وہی ان کی قوت اور زندگی تھی اور وہی ان کا دست و بازو... ایک طرف وہ مجمع کی مجلسوں میں شریک ہوتے اور صدارت کرتے دوسری طرف اس کے پرچہ کے لیے مضامین اکٹھا کرتے، مخطوطات اور قدیم علمی اور عربی آثار کی تصحیح اور توضیح کا کام کرتے، مستشرقین کے پاس خطوط بھیجتے، سائلین کے جواب دیتے، دور دراز کے علماء وفضلاء سے مضامین کی درخواست کرتے، اس طرح صبح وشام اس کے نذر ہو جاتی اور رات اس کی ترقی اور آگے بڑھانے کی فکر کرتے کرتے گزر جاتی۔ دوسری طرف مخالفین سے جو بغض وحسد کی وجہ سے ان پر طرح طرح کے الزام لگاتے، مختلف شکلوں میں طنز و تعریض کرتے، یہی نہیں بلکہ سیاسی اور حکومتی سطح پر بھی ان کو مزاحمتوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ لیکن کرد علی جیسا جگر اور گردہ کا آدمی تھا کہ ان سب کو علم وادب کی خدمت کے نام پر برداشت کرتا رہا۔[1] لیکن جب مخالفین کی ریشہ دوانیاں بڑھ گئیں اور کرد علی کی عزت نفس کو خطرہ لاحق ہونے لگا تو مجمع سے انھوں نے سبکدوشی حاصل کر لی، مخالفوں کا خیال یہ تھا کہ مجمع سے ان کو ہٹا کر کسی دوسرے عہدہ پر فائز کر دیا جائے، کیونکہ اس کی وجہ سے نہ صرف علم وادب کے حلقوں میں بلکہ ملک اور بیرون ملک میں ان کی شہرت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے کرد علی کی سبکدوشی کے بعد بڑے بڑے لوگوں کو اس عہدہ کی پیشکش کی گئی لیکن کسی نے بھی کرد علی کی موجودگی میں ذمہ داری لینے کی منظوری نہیں دی[2]۔

---

[1] کرد علی کے الفاظ میں "لقيت الاذى من الحكومات السوء بذي في سبيل هذا المجمع العلمي كما كان يعض منى، وكان الاء دباء الحسد يحرذون حرضى عليه فينتولون ليهنئوا بى ويعيثون بمصلحته ليؤذونى" (المذکرات ج ۳ ص ۲۸۴ – ۲۸۵۔

[2] لوگوں نے مختلف تدبیروں اور سیاسی چالوں سے مجمع پر لوگوں کو اس کے لئے رضامند کرنے کی کوشش کی لیکن لوگوں نے انکار کر دیا، شکیب جیسی عظیم شخصیت نے بھی کرد علی کی وجہ سے انکار کیا لیکن لوگوں نے جھوٹ اور مکاری سے ان کو راضی کر لیا مگر حالات نے ان کو اس سے باز رکھا۔
المذکرات ج ۲ ص ۲۸۱ – ۲۸۲۔

جس کی وجہ سے ایسے حالات پیدا ہوگئے کہ کرد علی ہی کے حصہ میں بار بار یہ عہدہ گھوم کر آتا رہا۔ المجمع العلمی کا قیام ۱۹۱۹ء میں عمل میں آیا، اس کے قیام کے پس منظر پر کرد علی روشنی ڈالتے ہوتے کہتے ہیں کہ متمدن دنیا میں فرانس پہلا ملک ہے جہاں ادبی اور علمی مجامع کا قیام عمل میں آیا، یہی وجہ ہے کہ فرانسیسی تہذیب و تمدن، اس کی زبان و کلچر بہت مالدار اور ترقی یافتہ ہے، مشرق میں اس طرح کی اکیڈمیوں کا آغاز اس وقت شروع ہوتا ہے جب یہاں فرانس حملہ آور ہوتے ہیں اور مصر میں اس طرح کی اکیڈمیوں کی بنیاد ڈالتے ہیں۔[1]

کرد علی نے یورپی ممالک کا بڑے پیمانے پر دورہ کیا، وہاں مدتوں قیام کیا، وہاں کی تہذیب و تمدن اور علمی ترقی کا بذات خود مشاہدہ کیا یہی وجہ ہے کہ المجمع العلمی کو انہوں نے مغربی سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کی اور اس کے لئے اسی طریقہ کار کو زیادہ مفید پایا جو فرانسیسیوں نے اپنی اکیڈمیوں کے لئے اختیار کر رکھا تھا اس کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں: ہمارا مجمع بھی پورے طور پر پیرس کے مجمع کے طرز پر قائم ہوا ہے۔ اپنے منصوبے، پلاننگ اور طریقہ کار کے لئے اس نے پیرس ہی کو اپنا آئیڈیل بنایا ہے۔[2] حکومت کے پیش نظر اس مجمع کے قیام کا مقصد صرف تالیف و ترجمہ تھا۔ لیکن کرد علی کی جامع شخصیت نے اس کے اندر جامعیت پیدا کی اور اس کے دائرۂ کار کو بہت وسیع کر دیا۔[3] مغرب میں علمی اکیڈمیوں کے تحت ایک مجلہ بھی نکلتا ہے جس میں جہاں مجمع کے احوال و وقائع پر تذکرہ ہوتا ہے اس کے ساتھ اس میں اس کے اراکین کے اس کے زیر نگرانی پیش کئے گئے مقالات بھی شائع ہوتے ہیں۔ تاکہ دوسرے لوگ اس سے استفادہ کر سکیں، کرد علی نے بھی اس مجمع کے زیر تحت ان ہی مقاصد کے پیش نظر مجلہ کا اجراء کیا۔ جو اپنی علمی اور ادبی قدر و قیمت کی وجہ سے تمام جرائد اور

---

[1]۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، اعمال المجمع العلمی العربی، کرد علی، ص ۲۔
[2]۔ اعمال المجمع العلمی العربی، کرد علی، ص ۴
[3]۔ ایضاً، ص ۶

مجلات پر سبقت لے گیا[1] دمشق میں المجمع العلمی کے مجلہ کے علاوہ بے شمار اخبارات وجرائد تھے مگر اس مجلہ کے علاوہ کوئی دوسرا پرچہ نہیں تھا جس میں تاریخی، لغوی اور ادبی مضامین شائع ہوتے ہوں۔[2]

ابتداء میں اس مجمع کے تحت علمی مجالس اس کے سیمینار ہال میں پندرہ روز میں منعقد ہوتی تھیں۔ پھر ہفتہ میں ایک بار لیکن لوگوں کے ذوق وشوق کے پیش نظر ان مجالس کو ہفتہ میں کئی کئی بار کرنا پڑتا تھا[3] اور لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہونے لگی کہ سیمینار ہال تنگ ہونے لگا اور مجبوراً لوگ دروازوں اور کھڑکیوں کے پاس کھڑے ہو کر سننے کی کوشش کرتے، یہ تعداد چھ سو سے بھی متجاوز ہوتی تھی۔[4]

اس کے قیمتی مقالات اور بیش بہا مباحث کی قدر دانی نہ صرف مشرق میں بلکہ مغرب میں بھی ہونے لگی، مغرب کے چوٹی کے مستشرقین اور مشرقی علوم وفنون کے فضلاء نے اس عظیم کارنامہ پر کرد علی کے پاس تہنیتی خطوط بھی لکھے[5] مجمع کی مقبولیت جوں جوں بڑھتی گئی، کرد علی اس کے دائرۂ کار کو بھی وسیع کرتے گئے، موضوعات کے اندر اتنا تنوع آ گیا کہ ہر موضوع پر تحقیقی لکچرس کا اہتمام ہونے لگا[6] اس کی مقبولیت اور شہرت کا عالم یہ ہو گیا کہ اس میں شائع شدہ مضامین، اس کا تنقید وتبصرہ اس کی رائے وگفتگو علمی دنیا میں سب سے معتبر قرار پائی جانے لگی، بڑے بڑے اخبار وجرائد اس پر تقریظیں لکھتے اور اس کے قیمتی مباحث کو اپنے پرچوں میں بڑے فخر کے ساتھ جگہ دیتے، شعراء مجمع کی تعریف وتوصیف میں مدحیہ قصائد لکھتے، بڑے بڑے شرفاء اور فضلاء اس بات کی کوشش

۱۔ محاضرات سلف من کرد علی، ص ۱۳۱۔

۲۔ الادب العربی المعاصر فی السوریۃ، الکیالی، ص ۸۰،

۳۔ اعمال المجمع العلمی العربی، کرد علی، ص ۷۔

۴۔ اعمال المجمع العلمی العربی، کرد علی، ص ۳۵۔

۵۔ ان مشاہیر کے خطوط کی تفصیل کے لئے دیکھئے، اعمال المجمع العلمی العربی، ص ۱۹ - ۲۶

۶۔ [illegible]

کرنے کہ اس کی علمی مجالس میں مقالات پڑھنے اور گفتگو کرنے کا موقع مل جائے[1]۔ ساتھ ہی وہ مجمع کے اراکین میں شمولیت کے خواہشمند ہوتے، بعض اس کے لئے جوڑ توڑ بھی کرتے اور کامیابی نہ ملنے کی صورت میں کرد علی کے دشمن ہو جاتے[2]۔

المجمع اپنے مقاصد میں کہاں تک کامیاب ہوا اس پر سامی کیالی یوں رقمطراز ہیں۔

"المجمع العلمی کا قیام شام کی فکری تاریخ کا ایک تابندہ باب ہے۔ کرد علی کا نام بحیثیت صحافی، مولف اور اسکالر کے بلاد شام اور عرب ممالک سے ہو کر مغرب میں مستشرقین کے حلقوں میں متعارف ہو چکا تھا۔ انہوں نے اس کی ذمہ داری قبول کرنے کے بعد ادبی، فنی اور لغوی آثار جو مخطوطات کی شکل میں تھے اور دوسرے تاریخی اور اسلامی آثار جو مصنوعات کی شکل میں تھیں سب کی حفاظت کے لئے عملی اقدام کیا۔ جس کی وجہ سے تھوڑے ہی عرصہ میں مخطوطات اور دوسرے قیمتی آثار کا ایک اچھا خاصہ ذخیرہ ہو گیا۔ مجمع کے آٹھ ارکان تھے جن کا شمار وقت کے اساطین علم و ادب میں ہوتا تھا۔ ان میں سعید کرمی، انیس سلومی، عبد القادر مغربی، عیسیٰ اسکندر معلوف، طاہر جزائری قابل ذکر ہیں۔ ابھی اس کے قیام کو ایک سال کا بھی عرصہ نہیں گزرا تھا کہ اس نے عرب ممالک کے علاوہ مغربی دنیا سے بھی اہل علم حضرات کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور لوگ اس میں اپنے مضامین کے چھپنے اور اپنی کتابوں پر تبصرے کو باعث افتخار تصور کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے علمی حلقوں کے اکابرین علم وفن اپنے مضامین، کتابوں اور مخطوطات کو اس ادارہ کے حوالے کرنے میں کسی قسم کے اندیشہ میں مبتلا نہ ہوتے تھے۔ مجمع کے ہال میں علمی اور ادبی موضوعات پر جو محاضرات پیش کئے گئے ہیں ان میں شرکت کے لئے علمی حلقوں کے بڑے بڑے اکابرین کے علاوہ عربی ادب کے اونچے درجات کے طلباء بھی آتے تھے۔ ان محاضرات نے ملکی سطح پر سیاسی ہمہمہ آرائیوں کے

---

[1] کرد علی نے مجمع کے متعلق چوٹی کے مجلات اور جرائد کی آراء اور شعراء کے کلام کو بھی پیش کیا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے۔ اعمال المجمع العلمی العربی، ص ۴۳، ۵۵۔

[2] المذکرات ج ۳۔ کرد علی۔ ص ۲۸۷۔

[3] الادب العربی المعاصر فی السوریۃ، الکیالی، ص ۱۳۔

درمیان علم و ادب کی ایک خوشگوار فضا قائم کیا اور نئی نسل کو علمی اور ثقافتی سانچے میں ڈھالنے کا ایک عظیم فریضہ انجام دیا۔ دوسرا اہم کام جو اس مجمع کے ذریعہ انجام پذیر ہوا وہ یہ کہ متمدن زبانوں کے اہم شہ پاروں کو زبان عربی میں منتقل کیا گیا جس کی وجہ سے عربی ادب کو دوسری زبانوں کے ادب سے قریب ہونے کا موقع ملا اور ثقافتی لین دین کا سلسلہ شروع ہوا[1]۔ جدید اقدار اور تقاضوں کے مطابق مختلف قسم کی لغات کی تدوین عمل میں آئی، اس میں جدید الفاظ اور اصطلاحات کی تشریح کی گئی۔ اس طرح دوسری زبانوں کے ادبی شہ پاروں سے براہ راست استفادہ کی ایک فضا پیدا ہوئی ہے[2]۔ جمیل صلیبا اس پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں حکومت سوریا کے تحت المجمع العلمی کا قیام عمل میں آتا ہے، جس کا مقصد جدید اور قدیم علوم کی تحقیق، قدیم عربی علوم و فنون کا احیاء، عربی تاریخ تمدن پر بحث و مباحثہ اور عربی زبان و ادب کے دامن کو جدید علوم و فنون، جدید ایجادات و اختراعات کی اصطلاحات اور الفاظ سے مالا مال کرنا تھا۔ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے مجمع نے قدیم مخطوطات کو تنقیح اور تصحیح کے بعد شائع کیا۔ قابل اعتبار ادباء و شعراء کی تخلیقات پر انعامات دینے اور ان کو شائع کرنے کا بندوبست کیا۔ علمی، ادبی موضوعات پر لکچرس، سیمینار، سمپوزیم اور بڑے بڑے مذاکروں کا اہتمام کیا، ساتھ ہی ایک پرچہ کا اجراء کیا جس میں بیش قیمت مقالات شائع ہوتے تھے اور بہترین کتابوں پر تقریظ اور تبصرہ بھی کیا جاتا تھا[3]۔

مجمع کے سیمینار ہال میں چار سو سے زائد ادبی، لغوی، جغرافیائی، تاریخی، طبی، قانونی، تربیتی، فلسفیانہ [illegible] پر مقالات پڑھے جا چکے ہیں۔ مجمع نے جدید نسل کو جہاں تعلیم و تہذیب سے آراستہ کیا اور ان کے ادبی و فنی ذوق کو جلا بخشی اس کے ساتھ زبان عربی کو عالمی ادب کے صف میں لا کھڑا کیا[4]۔ ڈاکٹر راشد صاحب کے بقول مجمع کے قیام سے

---

[1] مجلہ المجمع العلمی العربی ج ۲۔ ص ۴۲۔

[2] اعمال المجمع العلمی العربی، کرد علی، ص ۳۲۔

[3] الادب العربی المعاصر فی السوریۃ، الکیالی، ص ۱۳۔

[4] الاتجاہات الادبیہ فی بلاد الشام ص ۷۹۔

قبل لوگوں کے ذہنوں میں اسلامی ثقافت و کلچر کا تصور بڑی حد تک مبہم تھا۔ المجمع العلمی نے اس تصور کو علمی شکل دے کر پوری طرح واضح کر دیا[1] اس کی حیثیت ایک سرکاری ادارہ تک محدود نہیں تھی، جہاں صرف تحقیق و تالیف کا کام ہوتا تھا۔ بلکہ وہ حکومت اور عوام کے درمیان ادبی اور ثقافتی رشتہ کو مضبوط کرتی تھی، بلکہ اسی طرح وہ تحقیقی اور تخلیقی عمل کے ساتھ ساتھ تعمیری فرائض کو بھی پوری کرتی رہی ہے، اس کے ذریعہ وزارت تعلیم، اسکولوں اور کالجوں ادیبوں اور مصنفوں کے درمیان ایک محکم ربط پیدا ہو گیا[2] المجمع العلمی نے تحقیق و تالیف کے ساتھ جو سب سے بڑا کام کیا۔ وہ اس ادارہ کے ترجمان مجلہ المجمع کی اشاعت ہے، یہ مجلہ اس ادارہ کے قیام کے کچھ ہی عرصہ بعد وجود میں آیا۔ اور بعد میں عرب ملکوں میں سب سے معروف علمی و ادبی رسالہ کی حیثیت سے اپنی حیثیت کو منوالیا[3] اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے حلقہ میں جو مختلف علوم و فنون کے ماہرین و محققین تھے، ان کے ذریعہ سائنس و فلسفہ، زبان و ادب کے درمیان ایک ایسا ربط پیدا ہوا جو زندہ زبانوں کے لیے ضروری ہے کیونکہ اگر کسی زبان میں ہر طرح کی اصطلاحات و تصورات کو اپنانے اور اپنے اندر سمونے کی پوری صلاحیت نہ ہو تو اس کو ترقی یافتہ زبان نہیں کہا جا سکتا ہے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۵۳ء تک کرد علی علمی مجمع اور مجلہ دونوں کی نگرانی اور سرپرستی کرتے رہے، ان کے ذریعہ جو علمی اور تہذیبی ترقی ہوئی ان کے اعمال نامہ میں صدقۂ جاریہ کے طور پر لکھی جائے گی، انہوں ایسا علمی اور ادبی حلقہ پیدا کیا جو اس عزم و استقلال کے ساتھ ان کے علمی خاکوں کو کی تکمیل اور ادبی تصورات و نظریات کی اشاعت کر رہا ہے۔ سب سے بڑا محقق و مفکر اس کو قرار دیا جا سکتا ہے جو ایسے جانشین چھوڑ جائے

۱؎۔ اسلام اور عصر جدید ۱۹۷۲ء ج ۴، شمارہ ۲، ص ۹۸۔

۲؎۔ اسلام اور عصر جدید ۱۹۷۲ء ج ۴، شمارہ ۲ ص ۹۸

۳؎۔ ایضاً، ص ۹۹

۴؎۔ ایضاً، ص ۱۰۱ - ۲۰۲

کے ہاتھوں اس کا کام جاری رہے۔ ؎۱

کرد علی کی صحافتی زندگی :-

کرد علی کی صحافتی زندگی کا تعارف کرانے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کی صحافت، نمایاں اخبارات و جرائد اور عظیم صحافیوں کا تعارف بھی کرا ... ئے۔ کیونکہ ان کی تخلیقات پر زمانہ کے اثرات بہت نمایاں ہوتے ہیں اور صحافت کا تو معاملہ ہی دوسرا ہے، کیونکہ اس میں زمانہ کے مسائل کا تذکرہ اور اس کے ... کے لئے تجاویز ہوتی ہیں۔ زمانہ کے سماجی، سیاسی اور معاشرتی احوال کا تذکرہ اس ... یوں کی نشاندہی اور ان کی اصلاح کے لئے رہنمائی ہوتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ... ر کا ایسا آئینہ ہے جس میں زمانہ کی شخصیت پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ ... گر ہوتی ہے۔

کرد علی کی صحافتی زندگی کو ہم دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی کا ایک حصہ مادر وطن شام اور دوسرا حصہ مصر میں گزرا ہے اور دونوں جگہ وہ صحافت ... منسلک رہے۔ ان کے علمی اور ادبی مقالات دونوں جگہ یکساں شہرت اور مقبولیت کے حامل رہے۔ سنہ ۱۹۰۱ء میں عثمانیوں کے بے جا ظلم و ستم کی وجہ سے وہ ... چلے گئے، اس دور میں مصر ان لوگوں کے لئے بہترین قیام گاہ تھا۔ جو آزادی رائے کے حامل یا کسی حریت پسند ادبی، دینی اور اصلاحی تحریک کے ... روح رواں اور پیش رو تھے۔ لیکن جب حالات سازگار ہوتے تو وہ دوبارہ مادر وطن واپس ہوئے، اور اپنی صحافتی زندگی کا آغاز المقتبس سے کیا جو اپنے دور کا نمائندہ اخبار اور شام کا پہلا عربی روزنامہ تھا، کرد علی کے قیام مصر اور شام کے دوران دونوں ممالک میں صحافتی زندگی ... مراحل کو طے کر رہی تھی، اس کا ہلکا سا خاکہ پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ مصر :-

Accession Number
122739
Date 19.2.2k

؎۱۔ اسلام اور عصر جدید ۱۹۷۲ء ج ۴ شمارہ ۲، ص ۱۰۱ و ۱۰۲

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مصر میں سیاسی، سماجی، ادبی، فنی اور ثقافتی سطح پر تبدیلی لانے، مشرق و مغرب کے درمیان واقع خلیج کو پاٹنے اور عربوں کو خواب غفلت سے بیدار کرنے میں فرانسیسیوں کا بہت بڑا رول رہا ہے۔ مصر پر ۱۷۹۸ء میں نپولین حملہ کرتا ہے اور تین سال تک حکومت پر قابض رہتا ہے یہی تین سال مصر کی تقدیر کو بدلنے میں تاریخی حیثیت کے حامل ہیں، اس دور میں مصر کی ہمہ جہت اور ہمہ گیر ترقی کا آغاز ہوتا ہے، نپولین کے کام کو محمد علی اور بعد کے حکمراں آگے بڑھاتے ہیں اور مصر ترقی کے منازل طے کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہوا چلا جاتا ہے [1]

عالم عرب میں عموماً اور مصر میں خصوصاً تہذیب و تمدن اور تعلیم و ثقافت کو وسیع کرنے میں ان مدارس اور اداروں کا بڑا ہاتھ ہے، جو امریکی اور فرانسیسی حکومتوں کے زیر نگرانی لبنان، شام اور مصر میں چل رہے تھے۔ ان مدارس اور اداروں کے قیام کے پیچھے سیاسی مقاصد کارفرما تھے۔ لیکن اس سے قطع نظر عربوں کو ان سے بے شمار فوائد ہوئے۔ ان کے قیام کی وجہ سے عربوں میں تعلیم یافتہ اور مغربی تہذیب و تمدن سے واقف ایک نسل کا وجود عمل میں آگیا، جو بعد میں پورے عرب ممالک میں تہذیبی، تمدنی، سیاسی اور ادبی بیداری کو لانے کی باعث بنی۔ [2]

ہر سطح پر بیداری آنے کے بعد سب سے اہم مسئلہ یہ کھڑا ہوا کہ اسلاف کی چیزوں کو نئی نسل تک کیسے منتقل کیا جائے اور مغربی دنیا کی مفید اور لائق استفادہ چیزوں کو اہل عرب کے سامنے کیسے پیش کیا جائے۔ اس کے لئے فن طباعت کو آگے بڑھانے کی جد و جہد ہوئی، نپولین نے گرچہ مطابع کی بنیاد رکھ دی تھی لیکن اس کی مزید جدید کاری کی ضرورت تھی، اس کام کو محمد علی نے آگے بڑھایا اور "المطبعۃ الاھلیۃ" اور مطبع بولاق کے نام سے دو مطبع خانہ کی بنیاد رکھی، پھر اس کے بعد اس کا ایک سلسلہ لگ گیا [3] مغربی دنیا سے

---

[1] مستقبل الصحافۃ فی مصر، عبد اللطیف حمزہ، ص ۲۴ - ۲۶۔

[2] الصحافۃ العربیۃ، ص ۱۳۶

[3] الصحافۃ العربیۃ، ادیب مروہ ص ۱۰۴۔

انقلاب کے نتیجہ میں عربوں کو تیسرا تحفہ جو ملا وہ صحافت کا ہے۔ ادیب مرہ کہتے ہیں صحافت کا فن جس سے آج ہم متعارف ہیں۔ اس کی نشو ونما مغربی تہذیب وتمدن کی آغوش میں ہوئی، اہل مغرب نے اس کو جلا اور فروغ بخشا، اور مشرق میں منتقل کیا ہے[1] یہی وجہ ہے کہ عربی کا پہلا اخبار "التنبیہ" سنہ ۱۸۰۰ء میں ایک فرانسیسی آفیسر فوربیہ کے زیر ادارت نکلنا شروع ہوا، لیکن اس عربی اخبار کی داغ وبیل ڈالنے اور صحافتی فن کو پیدا کرنے کے لئے دو اخبار سرزمین مصر میں فرانسیسی زبان میں نکالے گئے جن کے اسماء "مصری ڈاک" اور "مصری خاندان" ہیں[2] نپولین کے عہد کے بعد محمد علی نے اپنے عہد میں "الوقائع المصریۃ" کا اجراء کیا۔ جو درحقیقت حکومت وقت کا آرگن تھا۔ یہ اخبار پہلے ترکی میں پھر ترکی اور عربی میں مشترکہ طور پر اور آخر میں صرف عربی زبان میں نکلنا شروع ہوا، جس کی ادارت سے وقت کی اہم شخصیات منسلک تھیں۔ جن میں رفاعہ الطہطاوی، شیخ حسن عطار، شیخ شہاب الدین، احمد فارس شدیاق، شیخ مصطفیٰ سلامہ اور شیخ محمد عبدہ کے اسماء قابل ذکر ہیں۔ یہ اخبار خدیو اسماعیل کے عہد تک نکلتا رہا، "الوقائع المصریۃ" کے بعد عربی صحافت صحافتی اصول ومبادی سے پوری طرح مانوس ہو گئی۔ اور اسی دور میں مغربی علوم وفنون سے لیس مغربی دنیا سے عربوں کی پہلی کھیپ اپنے ممالک میں پہونچ گئی اور عربوں میں سیاسی بیداری کی وجہ سے غلامی سے آزاد ہونے کا رجحان پیدا ہوا، اس میں اہم کردار سید جمال الدین افغانی نے ادا کیا، افغانی ۱۸۷۱ء سے ۱۸۷۹ء تک مصر میں قیام کرتے ہیں اور جامعہ ازہر میں لکچر دیتے ہیں، ان کے محاضرات کی وجہ سے مصری قوم میں حریت رائے، قومی ووطنی جذبہ اور دینی حمیت اور غیرت جاگ اٹھتی ہے اور وہ استعماری قوتوں کے خلاف اخبار ومقالات کے ذریعہ برسرپیکار ہو جاتی ہے[3] ان تمام عناصر کی وجہ سے عربی صحافت نے ایک نئی کروٹ لی اور وہ یہ کہ صحافت کو مغربی اثرات سے آزاد کراکے اس کو عربی لب ولہجہ اور رنگ

---

[1] الصحافۃ العربیۃ، ادیب مرہ، ص ۲و۱۴۲۔

[2] ایضاً ص ۱۴۸۔

[3] الصحافۃ العربیۃ، ادیب مرہ، ص ۱۹۴، ۱۹۶۔

وآہنگ میں پیش کیا جانے لگا، تاکہ حریت رائے اور حصول آزادی کے جذبہ کو فروغ دینے میں مدد مل سکے اس طرح ابھی عربی صحافت پورے طور پر فنی مدارج کو طے کرکے بلوغ اور پختگی تک پہنچ بھی نہ پائی تھی کہ اس کو میدان جنگ و جدال میں اترنا پڑا، اس کی ترجمانی ادیب مروہ نے یوں کی ہے "عربی صحافت اس دور میں قلم کے بجائے سیف بکف تھی تنظیم اور اصلاح کے بجائے جہاد کر رہی تھی، بجائے اس کے کہ وہ اجتماعی مسائل کو زیر بحث لائے میدان جنگ میں اتری ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کو اپنے مخصوص مسائل کے حل، اور فنی داخلی سطح پر تنظیم اور اصلاح کی فرصت نہ مل سکی۔"[۱]

پہلا اخبار جو مغربی اثرات سے آزاد ہو کر ایک عربی النسل کے ہاتھوں نکلا وہ "مرآۃ الاحوال" ہے جس کا اجراء استنبول سے رزق اللہ حسون حلبی کے زیر ادارت ۱۸۵۵ء میں عمل میں آیا، اس کے تین سال بعد ایک لبنانی خلیل الخوری نے ۱۸۵۸ء میں "حدیقۃ الاخبار" بیروت سے جاری کیا۔ اس کے بعد فارس شدیاق نے "الجوائب" اور "رفاعۃ الطہطاوی" نے "الوقائع المصریہ" نکال کر عربی صحافت میں ایک نئی روح پھونکی اور اس کو نئے اصول وضوابط اقدار اور ہیئتوں سے متعارف کرایا یہی وجہ ہے کہ ۱۸۷۰ء سے عربی صحافت میں ذاتی تحسین و تہذیب کے ساتھ ساتھ فکر و معنی کی جانب پیش رفت ہوئی، اور عربی صحافت کا دائرہ وسیع سے وسیع ہوتا گیا۔ اس میں ملکی سیاست، سماجی اور معاشرتی احوال کے علاوہ مغربی دنیا کا ادب، بخصوص ناول، افسانہ، اور علمی و فکری مضامین کا ترجمہ ہونے لگا، ادب اور سماج اور معاشرہ پر تنقیدی مضامین بھی شائع ہونے لگے۔ اس دور میں جن لوگوں نے صحافت کی ہمہ گیری ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے ان میں "نزہۃ الافکار" کے ایڈیٹر عثمان جلال اور ابراہیم مویلحی، الوطن کے ایڈیٹر عبدالسید "الاہرام" کے بشارہ تقلا، "روضۃ الاخبار" کے ایڈیٹر محمد انسی بن عبداللہ، "المصر" کے ایڈیٹر ادیب اسحاق "التجارۃ" کے ایڈیٹر ادیب اسحاق اور سلیم نقاش، "الطائف اور التنکیت" "والتبکیت" کے ایڈیٹر سید عبداللہ، المؤید کے ایڈیٹر شیخ علی یوسف، اللواء کے ایڈیٹر مصطفےٰ کامل، الجریدہ کے ایڈیٹر لطفی سید کے اسماء اور ان کی ادارت میں نکلنے والے اخبارات قابل ذکر ہیں[۲] (جاری)

---

[۱] الصحافۃ العربیہ، ادیب مروہ، ص ۱۴۳۔

[۲] مستقبل الصحافۃ فی مصر ص ۳۲، ۳۳،